معاشی ترقی کے لیے اسلامی تدابیر

جناب سید اسعد گیلانی صاحب

(۲)

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت تجارت میں بھی اندھا دھند دولت کمانے کو اسلام ناپسند کرتا ہے۔ اسے لوگوں کی باہمی ضروریات پوری کرنے کا ذریعہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ اشیائے ضرورت کی ذخیرہ اندوزی اور عام لوگوں کی بے بسی سے فائدہ اٹھانے کو سوسائٹی کے خلاف ناقابلِ معافی جرم قرار دیا گیا ہے۔ اس سے اجارہ داری کی مختلف شکلیں بھی مردود قرار پاتی ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جس نے چالیس دن تک سامانِ غذا کو ذخیرہ کیے رکھا اُس کو اللہ تعالیٰ سے کوئی واسطہ نہیں، نہ اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ ہے۔"

غرض جو شخص اپنی ذاتی منفعت کے لیے اجتماعی مفاد کو دانستہ مجروح کرتا ہے اور معاشرے میں مصنوعی طور پر احتیاج، بھوک اور خوف پیدا کرتا ہے۔ اسے اسلامی معاشرہ اپنا حصّہ سمجھنے کے لیے قطعاً تیار نہیں ہے۔

قرآن مجید نے اس بات کی بھی شدید مذمت کی ہے کہ انسان جائز طریقے سے حاصل شدہ دولت کو ناجائز کاموں میں صرف کرے یا اپنے ہی معیارِ زندگی کو بلند کرنے کے سوا دولت کا کوئی اور مَصرف اس کی نگاہ میں نہ ہو۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

"فضول خرچی نہ کرو، فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے

رب کا ناشکرا ہے۔"

"کھاؤ پیو، مگر حد سے نہ گزرو۔ اللہ حد سے گزر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" (الاعراف)

"اور ہم نے کتنی ہی ایسی بستیاں غارت کر دیں جو اپنی معاشی حالت پر اترانے لگی تھیں۔ تو یہ ہیں اُن کے گھر بار جو ان کے بعد بہت ہی کم آباد ہوسکے۔"

(القصص - ۵۸)

اسلامی نظامِ حیات اپنے پیروؤں کا یہ امتیازی نشان قرار دیتا ہے کہ وہ مادی سازوسامان استعمال تو کرتے ہیں لیکن اُن کے حریص اور غلام نہیں بنتے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"درہم کا پرستار ہلاک ہو، دینار کا بندہ ہلاک ہو، مخملی شال کا غلام ہلاک ہو، اور منہ کے بل گرے۔ پھر جب اُسے کانٹا چبھے تو وہ بھی نہ نکالا جائے۔"

(بخاری)

ان اُصولی باتوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اسلام کا مزاج نہ اندھا دھند دولت کمانے اور جمع کرنے کو گوارا کرتا ہے اور نہ ہی اسراف کو بلکہ میانہ روی کو پسند کرتا ہے اور قلبِ مُسلم کے اندر ایسا ذوق و احساس پیدا کر دیتا ہے کہ وہ راہِ اعتدال کو اختیار کرے۔

انہی اُصولوں کی روشنی میں اسلام نے اپنی اقتصادی پالیسی نہایت درجہ معتدل اور عادلانہ ترتیب دی ہے۔

حاجت مندوں کا محصول، زکوٰۃ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق، معاشی اور سیاسی اقدار کو عبادات سے الگ نہیں کیا۔ بلکہ ان سب کو باہمی پیوستہ کر کے زندگی کو ایک واحدہ قرار دیا ہے اس کی سب سے درخشاں مثال زکوٰۃ کا نظام ہے۔ زکوٰۃ ارکانِ اسلام میں شامل ہے جس طرح عبادات میں نماز فرض ہے اور اسلامی مملکت کا ایک قانونی ضابطہ ہے اس کا احترام سیاسی قوت سے کرانا ضروری ہے بالکل اسی طرح زکوٰۃ بھی فرض ہے جو کم نصیب اور مجبور و معذور لوگوں کا حق ہے جسے ادا کرنا لازم ہے۔ اسلام نے غریب لوگوں کو

دولت مندوں کی خیرات اور ان کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ حصولِ رزق کو ان کا حق قرار دیا ہے جسے قانون کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے اور اس میں کسی احسان و امتنان کا دخل نہیں ہے۔ چنانچہ اس کی شرح بھی متعین کر دی گئی ہے اور اس کے حقداروں کو بھی قرآن مجید نے نام بنام گنوا دیا ہے۔ اس طرح اسلام کے نظام میں گویا یہ غریب ہیں جو امراء پر زکوٰۃ کے ذریعے ٹیکس عائد کرتے ہیں۔

انسان سرمائے سے برتر
اسلام میں سود کو قطعی حرام قرار دے کر سرمایہ کو بلا محنت خود بخود بڑھتے چلے جانے اور محنت سے بے نیاز ہو جانے کے تصور کو بالکل ختم کر دیا گیا ہے، جس سے یہ بات آپ سے آپ ثابت ہو گئی ہے کہ اصل قدر و قیمت کے مستحق انسان اور انسانی محنت ہیں سرمایہ نہیں ہے۔ سرمایہ انسان کے لیے ہے، انسان سرمایے کے لیے نہیں ہے اس لیے انسانوں کو سرمایے کے لیے قربان نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ حسبِ ضرورت سرمایہ انسانوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

زمین خدا کی ہے پھر جو اسے آباد کرے
اسلام کی نظر میں اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو تمام انسانوں کے لیے مستقر بنایا ہے اور ان کے لیے متاعِ حیات اسی میں رکھ دی گئی ہے۔ اس لیے اس زمین سے انتفاع کا حق تمام انسانوں کو ہے، چاہے وہ کاشت کریں، فیکٹریاں بنائیں، معدنیات حاصل کریں یا اس پر گاڑیاں چلائیں۔ ہر شخص کو اپنے لیے مکان بنانے اور ایسا کاروبار کرنے کا حق ہے جو وہ متعینہ حدود کے اندر کرتا ہے۔ اسلام کا معاشی نظام جو متوازن اور معتدل ہے ہر فرد کی جائز پشت پناہی کرتا ہے۔ بنیادی ضروریات کے بارے میں اسلام کا سارا زور فرد کی پشت پر ہے۔ سرمایے اور انتظامیہ کی پشت پر نہیں ہے۔ دنیا اور اس کا یہ سارا ساز و سامان فرد کے لیے ہے۔ ادارے اور ریاستیں فرد نے اپنی سہولت کے لیے بنائی ہیں نہ کہ ان کی غلامی کرنے کے لیے۔

ملکیت کا حق
اسلام میں انفرادی ملکیت کے حق کو پورے طور پر تسلیم کیا گیا ہے بشرطیکہ وہ جائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہو اور عامۃ المسلمین کے مفاد کو متاثر نہ کرے اور فساد کا ذریعہ نہ بن جائے۔ اسی طرح حقِ وراثت کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ گویا فرد کی وہ آزادی ہے

جو اسے کمانے کے لیے صلاحیت اور جذبہ و جوش فراہم کرتی ہے۔ اس کے بغیر فرد میں کام کا جذبہ پیدا کرنا خلاف فطرت ہے۔

ملت کے برتر مقام کا اہتمام اسلام کے معاشی نظام میں ریاست کو افتادہ زمینوں کو قابل کاشت یا قابلِ استعمال بنانے کا پابند کیا گیا ہے تاکہ فرد اقتصادی ترقی کے لیے پوری پوری جدوجہد کر سکے۔ وسائلِ رزق میں سے کچھ چیزیں ریاست اپنی تحویل میں عارضی یا مستقل طور پر لے سکتی ہے بشرطیکہ عامۃ المسلمین کے مفاد میں یہ ہو۔ عامۃ المسلمین کا مفاد وہ مفاد ہے جسے عام لوگ واقعی مفادِ عامہ کے مطابق سمجھیں۔ صرف حکمرانوں کا سمجھنا کافی نہیں ہے اور حکمرانوں کی مرضی جو خدا اور رسول کی مرضی سے مطابقت نہ رکھتی ہو۔ ہر شہری اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کر سکتا ہے۔

دولت پر سب کا حق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلامی انقلاب اس بات کو برداشت نہیں کرتا کہ ایک طرف تو دولت کی بے انتہا فراوانی اور دوسری طرف یکسر محرومی پائی جائے۔ ایسے حالات اگر پیدا ہو جائیں تو صاحبِ امر کو مشاورت سے مناسب اقدامات کرنے ہوں گے۔ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بنی نضیر کی اراضی کو تمام تر صرف غریب مہاجرین میں ہی تقسیم کر دیا تھا تاکہ اسلامی معاشرہ میں توازن پیدا ہو سکے اور دولت صرف امرا ہی کے درمیان نہ گردش کرتی رہے۔

معاوضے صلاحیت اور ضرورت کے مطابق ریاست کے ملازمین کی تنخواہوں کو مقرر کرتے وقت بھی ہر شخص کی صلاحیتِ کار اور فنی مہارت کے ساتھ ساتھ ہر شخص کو اس کی ضرورت کے مطابق، کے اصول کو بھی پیش نظر رکھنا لازم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت کو تقسیم کرتے وقت غیر شادی شدہ کو ایک حصہ اور شادی شدہ مجاہدین کے لیے دو حصے مقرر فرمائے تھے۔ پرائیویٹ ملازمت میں بھی کسی فرد کا گزارہ ملازمت کی بنیادی شرط ہوتا ہے۔ اسلام انسان کی کفالت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے جو معاوضہ فرد کی کفالت نہ کرے وہ غیر منصفانہ ہے، اسے کفالتی معاوضہ ہونا چاہیے۔

محصولی بلقدر استطاعت ٹیکسوں کی وصولی کے متعلق جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پالیسی بنائی تھی اُسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس طرح نافذ کیا کہ محصلین کو ہدایت کی کہ جب تم لوگوں کے پاس جاؤ تو ان کے گرمی یا جاڑے کے کپڑے یا کھانے کی چیزیں یا سواری کا جانور ہرگز فروخت نہ کرنا۔ وصولی کی خاطر کسی کو ایک کوڑا بھی نہ مارنا۔ نہ کسی کو ایک پاؤں پر کھڑا کرنا چاہے کتنا ہی خراج کیوں نہ باقی ہو کیونکہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے ان کی ضروریات سے فاضل مال ہی وصول کریں۔ اس سے ٹیکسوں کے عاید کرنے اور وصول کرنے کے لیے اسلامی ریاست کی محصول کی پالیسی بالکل واضح ہو جاتی ہے جو استطاعت اور عدم استطاعت کی مناسبت کے اُصول پر مبنی ہے۔ ظاہر ہے کہ حضور جو رحمت للعالمین تھے وہ لوگوں کے لیے رحمت کا پیغام ہی لائے تھے اس لیے اسلامی ریاست لوگوں کی بنیادی ضروریات کو نظر انداز کر کے کوئی ٹیکس وصول نہیں کر سکتی۔

حرام سب کے لیے حرام جن چیزوں کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے مثلاً سود، جوا، شراب اور دوسری منشیات۔ وہ ریاست کے لیے بھی اسی طرح حرام ہیں جس طرح افراد کے لیے حرام ہیں ان کی پیدائش، تجارت، ٹھیکے وغیرہ سب ناجائز اور حرام ہیں اور اسلامی ریاست کو انہیں آمدنی کا ذریعہ بنانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ کسب معاش میں اسلام انسانی محنت کو قابلِ قدر سمجھتا ہے اور اس کو کسی حالت میں بھی ضائع نہیں ہونے دینا چاہتا۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان آخر دم تک اپنا بھرپور کردار ادا کرتا رہے اور اس کی قوتِ کار ضائع نہ ہونے پائے اور وہ اسلامی ریاست اور اسلامی معاشرہ دونوں کے لیے آخری دم تک مفید اور کارآمد رہے۔

اِن چند اشارات کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برپا کردہ اسلامی انقلاب کے متوازن، منصفانہ اور معتدل معاشی نظام کی ایک جھلک ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ درحقیقت سارا معاشی نظام فرد کی امداد و کفالت کے اُصول پر قائم کیا گیا ہے یہی سبب ہے کہ اس نظامِ معاش کو چلتے ہوئے ابھی چند سال بھی نہ گذرے تھے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے حاجت مندوں کی دستیابی دشوار ہو گئی تھی اور معاشرے میں کہیں کوئی حاجت مند دکھائی نہ دیتا تھا۔

(باقی برصفحہ ۵۶)